احادیث میں تمثیلات

مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی

ہر قسم کی مادی تعلیم اور روحانی تربیت کی تکمیل تمثیل و تشبیہ ہی سے ہوتی ہے اور دنیا کا کوئی لٹریچر خواہ وہ انسانی ہو یا آسمانی اس سے خالی نہ رہ سکا اور نہ یہ ہونا ممکن تھا۔ کلامِ الٰہی کے بعد سب سے زیادہ اہم کلامِ رسول ہے۔ ہم اس مضمون میں احادیثِ نبوی ﷺ سے صرف چند تمثیلاتی نمونے پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ مقامِ نبوت کی تمثیل

اہلِ مکہ کا یہ دستور تھا کہ جسے کسی اہم معاملے کی اطلاع دینی ہوتی وہ کوہِ صفا پر چڑھ جاتا اور جس جس فرد یا خاندان کو بلانا ہوتا آواز دے کر بلاتا۔ جب سب جمع ہو جاتے تو ان کو اس معاملے سے آگاہ کر دیتا۔

نبوت کا تیسرا سال تھا اور ابھی چھپ چھپ کر تبلیغ ہوتی تھی۔ جب آیت **فاصدع بما تومر (۱)**

او امر کو اعلانیہ واضح کر دو

نازل ہوئی تو اہلِ مکہ کے رواج کے مطابق حضور ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھ گئے اور قریش کے مختلف خاندانوں کو آواز دے کر بلایا۔ حسبِ دستور لوگ جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان لوگوں کو پوچھا:

أرء يتكم لو اخبر تكم أن خيلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم أکنتم مصدقی؟

دیکھو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ شہ سواروں کا ایک دستہ دوسری طرف کے دامنِ کوہ سے تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو تم مجھے سچا سمجھو گے؟

سب نے یک زبان ہو کر کہا:

نعم ما جربنا علیك الا صدقا

ہمارا ہمیشہ کا تجربہ ہے کہ تم سچ ہی بولتے ہو۔

اپنی صداقت پر حاضرین کی زبان سے مہر تصدیق ثبت کرانے کے بعد حضور ﷺ نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرمایا:

فانیّ نذیرٌ لکم بین یدی عذاب شدید (۲)

اچھا تو مجھے سچا سمجھتے ہو تو ایک سچی حقیقت اور بھی سنو کہ میں تم سب کو ایک بڑے سخت عذاب کی وارننگ دیتا ہوں۔

اس واقعے میں تشبیہ وتمثیل کا کوئی لفظ موجود نہیں۔ لیکن یہ پورا واقعہ ہمہ تن تشبیہ وتمثیل ہے مقام نبوت کی اور اس سے بہتر تشبیہ ممکن نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں اور سامنے ایک طرف دامنِ کوہ میں سب لوگ کھڑے ہیں۔ وہ سب حاضرین صرف پہاڑ کے اسی ایک طرف دیکھ رہے ہیں، جس طرف وہ خود کھڑے ہیں۔ پہاڑ کی پشت پر اس طرف کیا کچھ ہے، اس کا انہیں کوئی علم نہیں، اس لئے کہ بیچ میں پہاڑی حائل ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت یہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں اور دونوں طرف دیکھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ادھر حاضرین پر بھی ہے اور پہاڑ کے پسِ پشت بھی دیکھ رہے ہیں۔ نیچے کھڑے ہونے والے لوگوں کو اس طرف (پسِ پشت) کی کوئی خبر نہیں ہوسکتی۔ ان کو اس طرف کی اگر کوئی اطلاع مل سکتی ہے تو صرف اس شخص کے اطلاع دینے سے جو اوپر کھڑا پہاڑ کے دونوں جانب یک ساں دیکھ رہا ہے۔ بالکل یہی مثال ہے مقامِ نبوت کی، پیغمبر حال کے اعمال کو بھی دیکھتا ہے اور مستقبل کے نتائج پر بھی اس کی نظر جمی رہتی ہے۔ وہ دنیا کو بھی دیکھتا ہے اور آخرت کو بھی، اس کا تعلق خدا سے بھی ہوتا ہے اور خدا کے بندوں سے بھی، ادھر سے لیتا ہے ادھر پہنچا دیتا ہے۔ وہ آغاز کو بھی دیکھتا ہے اور اس طرح اسے انجام بھی نظر آتا ہے۔ بندوں کے سامنے ایک رخ ہوتا ہے، پیغمبر کی نگاہیں آخرت پر، انجام پر، غیوب پر، دماغِ انسانی سے وراء الوراء حقائق پر بھی ہوتی ہیں اور یہ حقائق انسانوں پر منکشف ہی نہیں ہوسکتے تا آنکہ انہیں پیغمبر نہ بتائے۔ عام انسانوں کی نگاہ اور نبوی بصیرت میں جو فرق ہے اس کی تشبیہ وتمثیل اس سے بہتر اور کیا ہوسکتی ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر پیش فرمادی؟

خاتم النبیین کا صحیح مقام

اپنی مدح میں مبالغہ اور دوسروں کے فضل کے اعتراف میں تنگ دلی کا مظاہرہ عام انسانی فطرت میں داخل ہے، لیکن پیغمبر اس قسم کی انسانی کمزوریوں سے ارفع ہوتا ہے اور وہ ہر بات کو اتنا ہی بیان کرتا ہے جتنی وہ حقیقت کے مطابق ہو اور عدل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اور پیش رو انبیا کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کرجل بنی، بیتا فأحسنه وأجمله الاموضع لبنة من زوایة من زوایاه فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه فأنا تلك اللبنة وأنا خاتم النبیین (۳)

اس حدیث میں ایک بڑی حقیقت یہ پوشیدہ ہے کہ تکمیل دین میں بھی ارتقائی منازل طے ہوتی رہتی ہیں۔ عقلِ انسانی کے ساتھ ساتھ دینی تصورات میں بھی ارتقا ہوتا رہتا ہے۔ جب ایک عمارت بنتی ہے تو بنیاد کھودنے سے لے کر تکمیلِ عمارت تک ہر قدم ارتقائی قدم ہی ہوتا ہے۔ دین کی عمارت میں بھی یہی صورت رہی ہے۔ ہر پیغمبر نے ایک اینٹ رکھ کر اس مقصد کو آگے بڑھایا ہے اور عمارت کو تکمیل سے قریب سے قریب تر کر دیا، لیکن تکمیل خاتم النبیین کے ہاتھوں ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (۴)

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا۔

یہ اسلام ایک دین اور نظامِ زندگی کی حیثیت سے تمام انبیا کا واحد دین تھا۔ یعنی سب کا دین اسلام ہی تھا اور سب نے اس عمارت کو پروان چڑھانے میں اپنی استطاعت بھر حصہ لیا۔ مگر تکمیل واختتام اور اس نعمت کا اتمام محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی کے ہاتھوں ہوا اور نبوت کا مقصد پورا ہو گیا۔ اسی لئے نبوت بھی ختم ہو گئی۔ گویا معمارِ دین تو سب ہی پیغمبر ہیں لیکن آخری معمار خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ اس سے شبہ نہ ہونا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدارِ خدمت بس اتنی ہی نسبت رکھتی ہے جتنی پوری عمارت میں ایک اینٹ۔ یہ نسبت پوری عمارت کے مقابلے میں رکھ کر نہ دیکھئے۔ الگ الگ اینٹوں کے مقابلے میں رکھ کر دیکھئے جو ایک ایک پیغمبر نے رکھی۔ یہ ساری اینٹیں الگ الگ بھی قابلِ قدر ہیں، لیکن سب مل کر بھی عمارت کی تکمیل نہیں کرتیں۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی رکھی ہوئی آخری اور کامل اینٹ نے تکمیل عمارت کی۔ اس لحاظ سے اظہارِ حقیقت کی جو مثال اس تشبیہ میں دی گئی ہے اس سے بہتر تمثیل نہیں ہو سکتی۔

صدیقؓ و فاروقؓ کی تمثیل

جنگِ بدر میں ستر افراد قید ہو کر آئے تھے۔ ان قیدیوں کے متعلق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ نے رائے دی کہ فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے، شاید اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے۔ حضرت عمرؓ بولے کہ ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے وطن کیا اور جھٹلایا ہے، اس لئے سب کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مثلك يا أبابكر كمثل ابراهيم قال: فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفورٌ رحيم وكمثل عيسىٰ قال: ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك أنت العزيز الحكيم، ومثلك يا عمر كمثل نوحٍ قال: رب لا تذر على الأرض من الكافرين ديار وكمثل موسىٰ قال: واشدد علىٰ قلوبهم فلا يؤمنوا حتىٰ يروا العذاب الأليم (۵)

اے ابوبکر! تمہاری مثال تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ جو میری پیروی کرے وہ میرا ہے اور جو نافرمانی کرے تو اللہ غفور رحیم ہے، اور حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کی مغفرت فرمائے تو عزیز و حکیم ہے، اور اے عمر! تمہاری مثال نوحؑ اور موسیٰؑ جیسی ہے۔ نوحؑ نے یہ دعا کی تھی کہ ان کافروں میں کسی کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑ اور موسیٰؑ نے یہ دعا کی کہ ان کے دلوں میں اور سختی پیدا کر دے تا کہ عذاب الیم کو دیکھے بغیر یہ ایمان ہی نہ لا سکیں۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرتوں کے ساتھ سیدنا ابراہیمؑ و عیسیٰؑ اور سیدنا نوحؑ و موسیٰؑ کی سیرتوں سے جو واقف ہوگا وہ یہ اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان دونوں بزرگوں کے لئے اس سے بہتر تشبیہ و تمثیل ممکن نہیں۔ اس تمثیل میں ایک بڑی پاکیزہ حقیقت مستور ہے۔ وہ یہ کہ دو مختلف قسم کے اعمال ہوں تو دونوں ہی حسنات ہو سکتے ہیں بہ شرطے کہ نیتیں درست ہوں۔

صراط مستقیم

صراط مستقیم اور اس کے ساتھ کئی متعلقہ چیزوں کی تشبیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دی ہے:

ضرب الله مثلا صراطاً مستقيما وعن جنبتي الصراط سوران فيهما أبواب مفتحة وعلى الأبواب ستور مزخاة وعند رأس الصراط داعٍ يقول استقيموا على الصراط فلا تعرجوا وفوق ذالك داعٍ يدعو كلما همّ عبدٌ ان يفتح شيئا من تلك الأبواب قال ويحك لا تفتحه فانك أن فتحته تلجه ثم فسره بان الصراط هوالاسلام وأن الأبواب المفتحة محارم الله وان الستور المرخاة حدود الله والداعى علىٰ رأس الصراط هو القرآن والداعى فوقه هو واعظ الله فى قلب كل مومن (٦)

اللہ تعالیٰ نے (قرآن حکیم میں) صراط مستقیم کا جو تذکرہ فرمایا اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک سیدھا راستہ ہو جس کے دونوں طرف دیواریں ہوں اور ان میں جا بہ جا دروازے کھلے ہوئے ہوں جن پر پردے آویزاں ہوں اور سرِ راہ ایک نقیب پکار رہا ہو کہ دیکھ بھال کر چلنا اور ادھر ادھر نہ مڑنا۔ اس کے آگے دوسرا نقیب ہے جس کا کام یہ ہے کہ اگر کسی نے دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور وہ چلا اٹھا کہ ارے بدنصیب اسے نہ کھولنا ورنہ اندر چلا جائے گا۔ پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا: یہ صراط اسلام ہے، دروازے خدا کی طرف سے حرام کردہ اشیا، پردے حدود اللہ، پہلا نقیب قرآنِ حکیم اور دوسرا مومن کا نفس لوامہ ہے۔

واعظ بے عمل

اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت لطیف مثال دی ہے:

مثل العالم الذى يعلم الناس الخير وينسى نفسه كمثل السراج يضئ للناس ويحرم نفسهٗ (٧)

جو عالم دوسروں کو نیکی کی تعلیم دے اور خود اس پر عمل نہ کرے اس کی مثال چراغ کی سی ہے جو اوروں کو تو روشنی دے اور اپنے آپ کو جلاتا رہے۔

نماز اور مغفرتِ گناہ

أرء یتم لو ان نهرا بباب أحدكم يغتسل فيه كل يومٍ خمس مرات ماتقولون ذالك يبقى من درنه قالوا لا يبقىٰ من درنه شيئًا قال فذالك مثل الصلوات الخمس يمحو الله بها الخطايا (۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے گھر کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کیا جائے تو جسم پر ذرہ برابر میل رہ سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں رہ سکتا۔ فرمایا یہی مثال نماز پنج گانہ کی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو دھو دیتا ہے۔

یہ تمثیل بہت اعلیٰ ہے۔ مگر یہ صرف ان کے لئے ہے جو حقیقت صلوٰۃ سے واقف ہوں۔ نماز ہوتی ہی ہے تطہیر قلب و نگاہ کے لئے، اخلاق و سیرت کی بلندی کے لئے، نفس امارہ کے تزکئے کے لئے، جو دن رات میں کئی بار خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنی بندگی و عبدیت کا اقرار کرے اور اس کے تقاضوں کو سمجھے، اس کے گناہ دھل جانے میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر اس کے تقاضوں کو غلط طریقے سے سمجھا جائے تو پھر یہ ہوگا کہ نمازی دل کھول کر ارتکابِ گناہ کرتا جائے گا اور دل میں یہ خیال کرے گا کہ جہاں نمازیں پڑھ لیں گناہ معاف ہوگئے۔ یہ زاویۂ نگاہ ایسا ہے جو بہ جائے پاک کرنے کے اور زیادہ ناپاک کرتا جاتا ہے اور نمازی مستحق رحمت ہونے کے بہ جائے ویل للمصلین کی وعید کا مستحق ہو جاتا ہے۔ قصور نماز کا نہیں، نمازی کی فطرت واستعداد کا ہے۔ کھانا تو توانائی کے لئے کھایا جاتا ہے لیکن اگر معدے کی استعداد ہی صحیح نہ ہو تو وہی کھانا زہر بن جاتا ہے۔ قصور کھانے کا نہیں، کھانے والے کی صلاحیت واستعداد کا ہوتا ہے۔

مجمعے کو چیرنا

مجلس کے آداب یہ ہیں کہ جو پہلے آئے وہ آگے بیٹھے اور جو پیچھے آئے وہ پیچھے جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ یہی صورت جمعے میں بھی ہونی چاہئے۔ لیکن بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ آئیں گے تو سب کے بعد لیکن بیٹھنے کی کوشش کریں گے سب سے اگلی صف میں۔ اس کا مقصد ہوتا ہے اپنے آپ کو ممتاز و نمایاں رکھنا یا یہ فقہی خیال کہ آگے ہونے سے ثواب زیادہ ملے گا۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ ایسے لوگ مجمعے کو چیر کر لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے اور ہٹاتے ہوئے مجمعے کے سروں پر

سے گزر جاتے ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتے کہ اس حرکت سے دوسروں کو کیا تکلیف ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آدابِ مجلس کے علاوہ یہ بھی انتہائی خیال رہتا تھا کہ کسی سے دوسرے کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اس لئے فرمایا:

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعه اتخذ جسراً الیٰ جهنم (۹)

جو شخص جمعے میں حاضرین کو پھاندتا ہوا آگے جاتا ہے وہ اپنے لئے جہنم کا پل بناتا ہے۔

فی الواقع لوگوں کے سروں اور گردوں کو اپنا راستہ بنانے کے لئے اس سے بہتر تہدیدی مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ ایک پل سے گزر رہا ہے جو سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔

جان و مال کا احترام

بعض حقائق ایسے ہوتے ہیں جو عام حالات میں موثر نہیں ہوتے لیکن ایک خاص موقعے پر ان کی تاثیر بے پناہ ہوجاتی ہے۔ بلاغت کا مطلب بھی یہی ہے کہ بات ٹھیک موقع محل پر کہی جائے۔ مثلاً ایک مومن کی جان و مال کے متعلق سب جانتے ہیں کہ یہ حرام اور قابل احترام ہے۔ اس بات کو آپ جس موقعے پر بھی کہیں، صحیح ہوگی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ موثر بھی ہو۔ مگر دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو کس زمان و مکان کا لحاظ کرتے ہوئے کتنے ٹھیک موقع پر فرماتے ہیں۔ لاکھ سوا لاکھ پروانہ ہائے شمع رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حج کرتے ہیں، ایسا حج جو حکم فرضیت کے بعد پہلا اور آخری حج ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کیا جارہا ہے۔ زمانہ حج کا ہے، جسے شہر حرام کہتے ہیں۔ جگہ وہ پاک سرزمین ہے جسے مسجد حرام کہتے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کا احترام اتنا زیادہ ہے کہ ایک جانور مارنا اور ایک پتا توڑنا بھی حرام ہے اور یہ ایسی رسم کہن ہے کہ قدیم الایام سے دلوں میں راسخ بھی ہے اور اسلام بھی اسے باقی رکھتا ہے۔ ایسے موقعے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلیغ خطبہ دیتے ہیں جس کا ایک ایک لفظ دلوں میں گھر کرلیتا ہے۔ اشاروں میں یہ بھی بتادیتے ہیں کہ اس کے بعد آئندہ میری تمہاری یک جائی اس جگہ نہ ہوگی اور سمجھنے والے اسے رخصتی پیغام سمجھ کر رونے بھی لگتے ہیں۔ تکمیل دین کی آیت بھی نازل ہوجاتی ہے۔ کتنا روح پرور موقع، کس درجے مؤثر فضا، اور کس قدر دل گداز منظر ہے۔ ٹھیک اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ یہ کون سا مقام ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگ جواب دیتے ہیں: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ: کیا

یہ مسجد حرام اور ماہِ حرام نہیں؟ سب اثبات میں جواب دیتے ہیں اور دل ان دونوں زمان ومکان کی حرمت کے جذبات سے بھرپور ہو جاتے ہیں۔ لوہا گرم ونرم ہو گیا اور حکیم الامت ﷺ نے اس برمحل موقعے پر ایک بلیغ چوٹ لگائی اور یوں گویا ہوئے:

ان دماء کم وأموالکم حرامٌ علیکم کحرمة یومکم هٰذا فی شهر کم هٰذا فی بلدکم هٰذا(۱۰)

اچھا تو سن لو کہ تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام اور واجب الاحترام ہیں جس طرح آج کا دن، اس مہینے اور اس شہر مکہ میں حرام اور واجب الاحترام ہے۔

اس تشبیہ کو دیکھئے اور موقع ومحل کو دیکھئے۔ اس کے بعد فیصلہ کیجئے کہ دنیا میں اس سے بہتر کوئی اور تشبیہ بھی ممکن ہے؟

اقامت حدود اللہ

کسی تعزیر یا حدود یا سزا کا تصور سلیم طبائع کے لئے خوش گوار نہیں ہوتا۔ سزا بہرحال ایک سخت دلی کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ لیکن اگر اسے بالکل ترک کر دیا جائے تو دنیا سے امن وامان اٹھ جائے، کیوں کہ محض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ اگر سزا کا خوف نہ ہو تو وہ ہر بدی کے ارتکاب پر جری ہو جائیں۔ یہ صرف تصورِ سزا ہے جو بے شمار انسانوں کو فساد فی الارض سے روکے ہوئے ہے۔ اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مثال دی ہے وہ یہ ہے:

مثل القائم فی حدود الله والواقع فیها کمثل قومٍ استهموا علیٰ سفینة فاصاب بعضهم اعلاها وبعضهم اسفلها اذا استقوا من الماء مرّو أعلیٰ من فوقهم فقالوا لوأنا خرقنا فی نصیبنا ولم نؤذِ من فوقنا فانُ ترکوهم وما ارادوا أهلکوأ جمیعاً وان اخذا أعلیٰ ابدیهم نجوا جمیعاً(۱۰)

حدود اللہ کو جو نافذ کرتا ہے اور جس پر وہ نافذ ہوتی ہیں، ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ ایک کشتی میں اپنی اپنی جگہیں تقسیم کر کے بیٹھ گئے ہوں۔ بعض اوپر کی منزل میں ہوں اور بعض نیچے کی منزل میں۔ پھر نیچے والوں کو پانی کی ضرورت محسوس ہو اور اوپر والوں سے جا کر کہیں کہ ہم اپنے والے حصے میں پانی لینے کے لئے ایک سوراخ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو ہم کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ ایسی حالت میں اگر وہ اوپر

والے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے آزادی دے دیں تو نتیجے میں سب کے سب ہلاک ہوں گے اور اگر وہ ان کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ بھی اور یہ بھی سب بچ جائیں گے۔

تلاوتِ قرآن اور اثر صحبت

تلاوت کرنے والوں کی قسموں کو یوں سمجھئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کوئی کرتا ہے، کوئی نہیں کرتا۔ تلاوت کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں مومن متقی بھی ہو سکتے ہیں اور مومن فاسق بھی۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ تشبیہیں دی ہیں۔ گویا چار تمثیلیں ہیں۔ ایک مومن قاری کی، دوسری غیر مومن قاری کی، تیسری فاسق قاری کی اور چوتھی فاسق غیر قاری کی۔

اس کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک و بد کی صحبت کے اثر کی بھی تمثیلیں بیان فرمائی ہیں۔ ارشاد ہوا:

مثل المؤمن الذی یقرأ القراٰن کمثل الاترجة ریحها طیب وطعمها طیب، ومثل المؤمن الذی لا یقرأ القرآن کمثل التمرة طعمها طیب ولا ریح لها، ومثل الفاجر الذی یقرأ القراٰن کمثل الریحانة ریحها طیب وطعمها مرّ، ومثل الفاجر الذی لا یقرأ القراٰن کمثل الحنظلة طعمها مرّولا ریح لها، ومثل الجلیس الصالح کمثل صاحب المسك ان لم یصبك منه شئی اصابك من ریحه، ومثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سوادہٖ اصابك من دخانه(۱۲)

جو مومن قرآن حکیم پڑھتا ہو اس کی مثال اترج (لیموں یا نارنگی) جیسی ہے جس کا مزہ بھی اچھا اور خوش بو بھی اچھی۔ جو مومن تلاوت قرآن پاک نہ کرتا ہو، وہ گویا چھوہارا ہے جس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن خوش بو کوئی نہیں۔ لیکن وہ فاجر جو قرآن پڑھتا ہو، ایسا ہے جیسا ریحانہ (خوشبودار پودا) جس کی مہک اچھی اور مزہ کڑوا اور جو فاجر تلاوتِ قرآن پاک نہ کرتا ہو، اس کی مثال حنظلہ (اندرائن) جیسی ہے جس کا مزہ کڑوا اور بو کوئی نہیں اور صالح کا ہم نشین جیسے مشک پاس رکھنے والا، یعنی اگر مشک میسر نہ آئے تو لپٹ تو آہی جائے گی اور بری صحبت میں رہنے والا ایسا ہے جیسے بھٹی

والا اگر کالک سے بچ بھی گیا تو دھواں تو لگ ہی جائے گا۔

حب جاہ و مال

دنیا میں کون انسان ہے جسے عزت اور دولت مرغوب و محبوب نہ ہو۔ یہ چیزیں صرف مرغوب ہی نہیں بلکہ انسان ہر روز ان میں اضافہ چاہتا ہے اور کوئی مقام ایسا نہیں جہاں یہ ہوس جا کر رک جائے۔ جب یہ محبت روح میں پیوست ہو جاتی ہے تو زندگی کا نصب العین بن جاتی ہے اور پھر فتنہ و فساد اسی سے پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انسان سیاست و مذہب کے نئے نئے روپ دھارتا ہے اور ہر راہ سے اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ ہوسِ زر یا ہوسِ اقتدار، دونوں انسانیت اور دین کے لئے زہر ہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمثیل یوں دی ہے:

ما ذئبان ضاریان فی حضیرة یأکلان ویفسدان بأضرفیها من حب الشرف وحب المال فی دین المرء المسلم (۱۳)

دوخوں خوار بھیڑیوں کا کسی زخم کو چاٹ چاٹ کر خراب کرنا کسی زخم کے لئے اتنا مضر نہیں جتنی مضر ایک مسلمان کے دین کے لئے حب جاہ و مال ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الحجر:۹۴
۲۔ رواہ الشیخان والترمذی عن ابن عباس
۳۔ رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ
۴۔ المائدہ:۳
۵۔ رواہ ابوداوٗد عن ابن مسعود
۶۔ رواہ رزین عن ابن مسعود
۷۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن جندب
۸۔ رواہ الشیخان وموطا ونسائی
۹۔ رواہ الترمذی عن معاذ بن انس الجھنی
۱۰۔ رواہ مسلم، ابوداوٗد، عن جعفر بن محمد بن علی
۱۱۔ رواہ البخاری والترمذی عن نعمان بن بشیر
۱۲۔ رواہ ابوداوٗد عن انس
۱۳۔ رواہ بزار عن ابن عمر